

قصہ
ایک کنوارے کا



راہِ انشا





ولہلم بوش

(۱۸۳۲—۱۹۰۸ء)



'ADVENTURES OF A BACHELOR'

by Wilhelm Busch

(1832-1908)

German original title:

"ABENTEUER EINES JUNGGESELLEN"

ابن انش
قصہ ایک کتہ ارے کا

ایک جرمن تھے کا اُردو روپ



نیااد

تذکرہ

ولیم بش جرمنی کا نہایت نامور اور ہر دلعزیز کارٹونسٹ ہے اور یہ کہنا
خط نہ ہوگا کہ اس سے بڑا کارٹونسٹ جرمنی میں پیدا نہیں ہوا۔

وہ جرمنی کے صوبے 'ورٹیسیمین' کے ایک گاؤں کا رہنے والا تھا۔ اس کی
زندگی زیادہ تر اسی دیہاتی فضا میں گزری یا فریکلفٹ میں جو گوٹے کا وطن ہونے کی وجہ
سے مشہور ہے اور جو اپنی ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں کی وجہ سے اس وقت بھی ایک
نیاں حیثیت رکھتا تھا اور آج بھی نمایاں ہے۔

بش ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوا جو گوٹے کی وفات کا سال ہے خود اس نے
۱۹۰۸ء میں انتقال کیا۔ اس کی آرزو تھی کہ وہ ایک بڑا مصور بنے مگر اسے گوٹے
کی طرح اس فن میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ اس کی تصویریں بڑی نہیں ہیں، مگر
اس کے مزاحیہ خاکوں کے متبادلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

اس کی تعلیم اینٹ ورپ ڈول ڈورف اور میونخ میں ہوئی۔ اس کے بعد وہ
کچھ عرصہ ایک مزاحیہ رسالے میں کام کرتا رہا۔ وہ انسانی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا منتقل
تماشا ٹی ہے۔ غرور و تکبر اور دولت و اقتدار کی ہوس اس کے بے پناہ طنز کے تیروں
کا نشانہ ہیں۔ وہ کسی صاحب ثروت یا صاحب اقتدار کو نہیں بخشتا اور نہ ظاہری
بڑائی اور ہر کم کو کھلے پن کا پردہ چاک کرنے پر تیار رہتا ہے۔ وہ طاقت اور حکومت
کے سامنے بھی جھکتا نہیں جاتا۔ بیمار کی جیسے مرد آہن کئے رہنے میں اس نے حکومت کی
سیاہ پالیسیوں کا مذاق اڑایا۔ مگر اس کی شہرت کا وارد مدار ان نظروں اور خاکوں پر ہے جو
بجول سے متعلق ہیں۔ ان میں 'ماکس اور مورٹس' اور 'پاکباز' میں ان کی مصیبتیں مشہور

ہیں۔ اسے بچوں سے محبت تھی۔ اس کی فنی دنیا میں ایک وہی ہیں جو ہر طرح آزاد
ہیں۔ اس کے شعر اس کے خاکوں کے ساتھ مل کر اس کے طنز و مزاح کو اور بھی
پر لطف بنا دیتے ہیں۔ اس کا مزاح اکثر مسخر کی حد تک پہنچتا ہے۔ مثال کے طور پر
اس کی ایک چھوٹی سی نظم ہے :-

’جب میں اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پا لیتا ہوں تو میں اپنے
آپ کو ایک بڑا فاتح محسوس کرتا ہوں لیکن جب کبھی وہ
مجھ پر قابو پالیتی ہیں تو لذت یقیناً حاصل ہوتی ہے۔“
بش کا ایسا کلام سن کر اکبر الہ آبادی یاد آتے ہیں :-

وصل ہو یا فراق ہو اکبر جاگت ساری رات مشکل ہے
مجھے یقین ہے کہ اگر اکبر کا کلام ہر سن زبان میں ترجمہ کیا جائے تو ہر منوں کو اس
میں دبی مزاحیے گلاب جویش کے خاکوں اور نظموں میں ملے گا۔

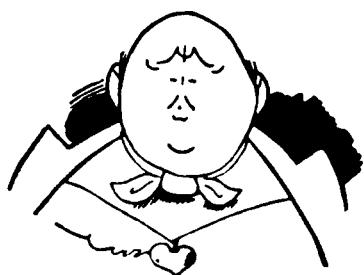
بش نے شادی نہیں کی۔ اس لحاظ سے اُسے ”قصہ ایک کنوارے کا“ کہنے کا
حق پہنچتا ہے۔ البتہ ابن انشانے اپنے ترجمے میں جو گل کھلاتے ہیں وہ ان ہی کا
حصہ ہے۔ ابن انشا اپنے سادہ، برجستہ اور بے تکلف مزاح کی وجہ سے ہمارے
زمانے میں منفرد ہیں۔ ان میں اور ولیم بش میں ایک روحانی یکسانیت ہے۔ البتہ طلحی
اور کینہ و بغض کی جو جھلک کبھی کبھی بش کے ہاں نظر آتی ہے، وہ اس سے بیگانہ
ہیں۔ ان کا زیرِ نظر ترجمہ ایک مستقل ادبی حیثیت رکھتا ہے۔ مجھے امید ہے، بلکہ
واقعہ ہے کہ اس طرح کے اور ترجمے بھی ان کے قلم سے نکلیں گے اور ان کے ذریعے
اردو کے ادبی ذخیرے میں اضافہ ہوگا۔

ممتاز حسن
(ستارہ پاکستان)

۳۰ جنوری ۱۹۶۰ء

منزلیں

۹	آخندرسن چالیس ہوا
۲۲	لوگ کہیں گے کون مناف؟
۱۹	بی بی جی کے کوچے میں
۲۵	بھابی سے تمہیں سلوائیں
۳۱	دانش خاں کے دوارے پر
۳۹	لڑکا تھا اک بڑا شیر
۴۳	تال کے ٹھنڈے پانی میں
۴۹	یوں تو گھریہ تمہارا ہے
۵۳	یار پرانے دل خوش خان
۶۳	آگے مرزا بر خور دار
۶۹	نام تھا جن کا میاں جھڑوس
۷۵	خیر سے بدھو گھر آتے

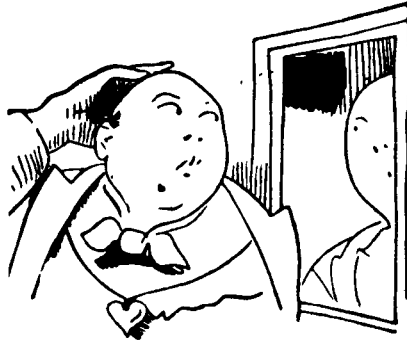


آخر سن چالیس ہوا

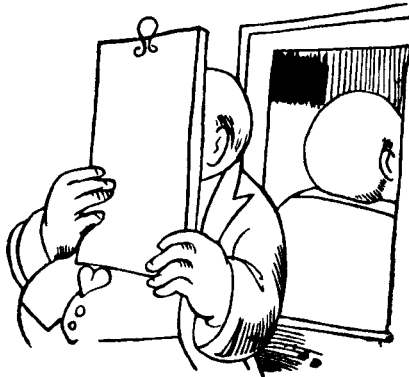
ایک تھے شخص مناف میاں
 شادی کے تھے خلاف میاں
 بیس ہوا، پچتریس ہوا
 آخر سن چالیس ہوا
 جانے کس کے چیلے تھے؟
 اب تک میاں اکیلے تھے
 مشکل مہتا انہیں سمجھانا
 ”جو رو جاتا؟ نانا نا...!“
 بو نصیبین — اک بی بی
 ان کے گھر کی سب کچھ تھی



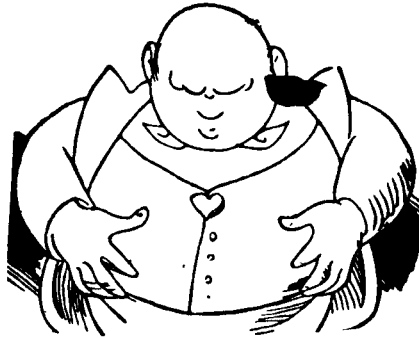
گھر داری کے تو تنکڑے
 اُس کے ذمے رہتے تھے
 ان کے کپڑے دھونا بھی
 سینا اور پرونا بھی
 کھانا ان کا پکاتی تھی
 باتیں ان کو سناتی تھی
 ”سنتے ہو جی سنتے ہو؟“
 کب ہو گئے تم ایک سے دو
 شادی کی تو اور ہی بات
 باجا گا جا، تو اپرا ت
 عاقل کریں شتابی سے
 ناداں کریں حجابی سے



اُس دن تو ٹھلا دی بات
 سُن لی اور اڑا دی بات
 آگے کے حالات سنو
 اک دن کی اب بات سنو
 دیکھا کب آتینے میں ہے
 ہوک سی اُٹھی سینے میں



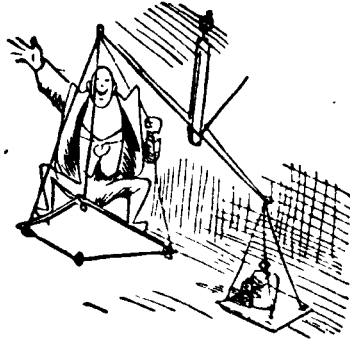
بولے خود سے مناف میاں
 آگاہ تو تھا صاف میاں
 اب گڈمی کے پیچھے بھی
 کیسی چٹیل ٹانٹ ہوتی
 جیسے کانچ کا ہنڈا ہو
 جیسے چیل کا انڈا ہو
 سرتو کسیرو لاگے ہے
 پیٹ کچھ اس سے آگے ہے
 جیسے راب کا مٹکا ہو،
 بیل سے کدو لٹکا ہو،



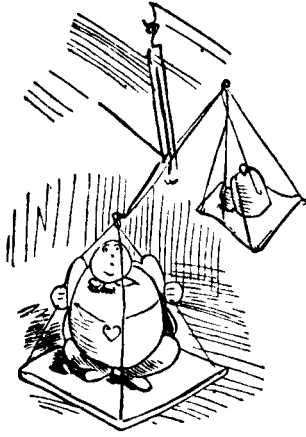


اب جو لگے یہ گھبرانے
 سمجھایا اک دانا نے
 کیوں تم خود سے بیر کرو
 بھاگو دوڑو، سیر کرو،
 چورن بھی اک بتلایا
 جبراً قہراً کھلوایا
 گشت بھی حضرت کرنے لگے
 دُک بھی لمبے بھرنے لگے
 آتے تھے اور جاتے تھے
 جاتے تھے اور آتے تھے





پورب کو اور پچھم کو
 اتر کو اور دکھن کو
 جب کچھ ہاڈ اور پیر کھلے
 مال پہ اک دن جا کے ملے
 سیر سے تھا جو پیٹ چھٹا
 دو پنسیری بوجھ گھٹا
 یہ ایسے خورسند ہوتے
 پھر سے گھر میں بند ہوتے



اب کے سُستی اور بڑھی
پیٹ پہ چربی آن چڑھی
سیر کا شمعہ بھول گیا
پھر سے غم اُٹھول گیا

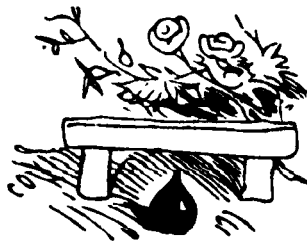
پھر وہیں پیٹ کو جب ناپا
پھر وہی ظالم موٹا پاپا



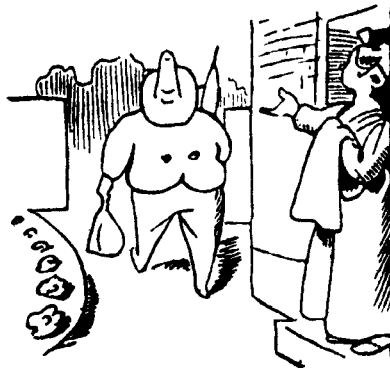
لوگ کہیں گے کون مناف؟

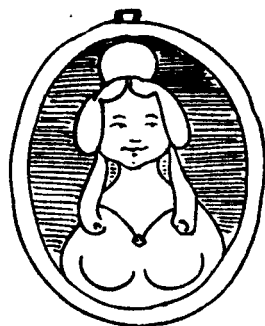
اک دن سوچ کے رونے لگے
 اپنے دیدے کھونے لگے
 ساری دنیا فانی ہے
 آنی ہے اور جانی ہے
 بے شک اک دن مرنا ہے
 جگ کو حالی کرنا ہے
 پر جو بیویوں والے ہیں
 جن کے بچے بالے ہیں

اُن کا نام تو رہتا ہے
 کوئی تو باپو کہتا ہے
 ہم سے جو رو نیچے بن
 آج مرے کل دُوجا دن
 نام کی تختی بالکل صاف
 لوگ کہیں گے ”کون مناف؟“
 دل جو اُن کا بھر آیا
 کیا کیا آنسو ٹپکا یا
 سوچا اب تو شادی ہو
 اِس گھر کی آبادی ہو
 کب تک بیٹھے ہاتھ ملیں
 اُٹھیں اور پر دیس چلیں
 دُور کریں ویرانی کو
 لائیں گھر کی رانی کو



حکم نصیبن بی کو ہوا
 باندھو میرا رخت بڑا
 اک تھا چھاتا مہیلا سا
 اک کرچ کا تھیلا سا
 اک تھی بوتل دارو کی
 آنسو پیتے نصیبن بی
 بولیں۔ ”اچھا جاتے ہو؟
 دیکھیں پھر کب آتے ہو“





بی بی جی کے کوپے میں

ایک حسینہ مسر جاتی
 نام تھا جس کا گل بانی
 ان کے من کی رانی تھی
 لیکن بات پرانی تھی
 ان کو اُس نے چھوڑا تھا
 اور سے رشتہ جوڑا تھا
 پھر بھی دل کے صاف میاں
 بدھو میاں، مناف میاں
 یاد اُسی کو کرتے تھے
 ٹھنڈی آہیں بھرتے تھے

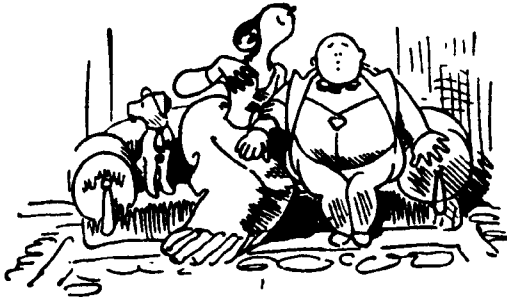


اک تصویر جوانی کی
 اپنے من کی رانی کی
 کب سے، کتنے سالوں سے
 جیب میں رکھے پھرتے تھے
 سب سے پہلے گھر سے نکل
 بولے۔ اے دل سر کے بل
 پہلے کوچہ یا میں چل

ہاں پھر اُس کی دید کریں
 وحشت کی تجدید کریں
 اپنے تو وہ خیال ہیں ہے
 دیکھیں خود کس حال میں ہے

شوق کے گھوڑے پر اسوار
 پہنچے حضرت مارا مار
 اپنے پی کے کوچے میں
 بی بی جی کے کوچے میں
 آنکھوں میں تھے خواب لیے
 جی میں سوال و جواب لیے
 یہ یہ باتیں بولیں گے
 چاہت کارس گھولیں گے
 جی کے داغ دکھائیں گے
 بچھتے دیپ جلاتیں گے





آخِر اُس کا گھر آیا
 آپ نے کُنڈا کھڑکا یا
 باہر نکلی اک مانی
 کون؟ ارے رے۔ گل بانی؟

جہاں کھڑے تھے، ختم سے گئے
 دیکھ کے اُس کو جم سے گئے
 عشقِ اِن کا تصویری مہت
 اُس پر عالمِ پسیری تھا

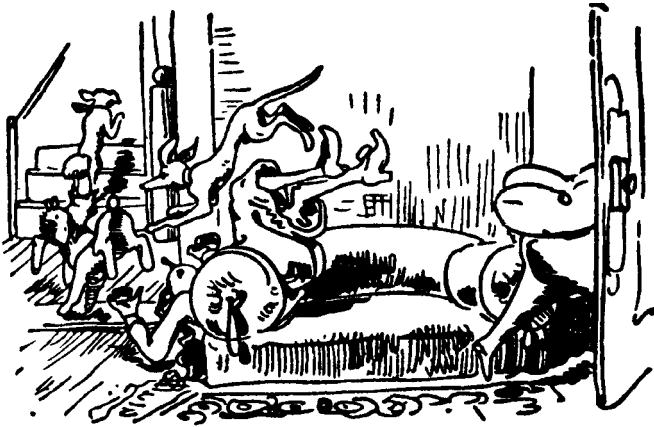




وہ تو عجب خورسند ہوتی
 گھلّی ان کی بند ہوتی
 وہ تو پیار جتاتی تھی
 بڑھ بڑھ آگے آتی تھی
 ان کے سب آدسان خطا
 رُوح خطا اور حبان خطا
 آخر ان کے . پچنے کے
 قدرت سے سامان ہوتے
 ان کے پاس جو بیٹھا تھا
 کُتّا ان کی سیلی کا

دیکھ کے اُس کو در آتے
 کتے اور بھی گلیوں کے
 وہ جو یک دم چڑھ دوڑے
 بھدوں بھدوں کرتے بڑھ دوڑے
 باہم ایسی جنگ پڑی
 عشق کے رنگ میں بھنگ پڑی

رستہ پا کر صاف میاں
 بھاگے میاں، مناف میاں





بھابی سے تمہیں ملو آئیں

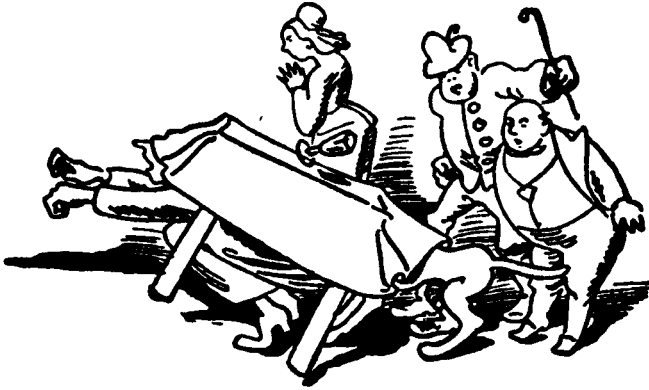
آگے کا اب حال سنو
 کر کے ذرا خیال سنو
 آپ نے اپنے جی سے کہا
 چلتا جا بھی چلتا جا
 دُور ان کھوٹے یاروں سے
 محبوبوں سے، پیاروں سے
 رارارارار — ریریریریر
 آگے بچد اک بستی تھی



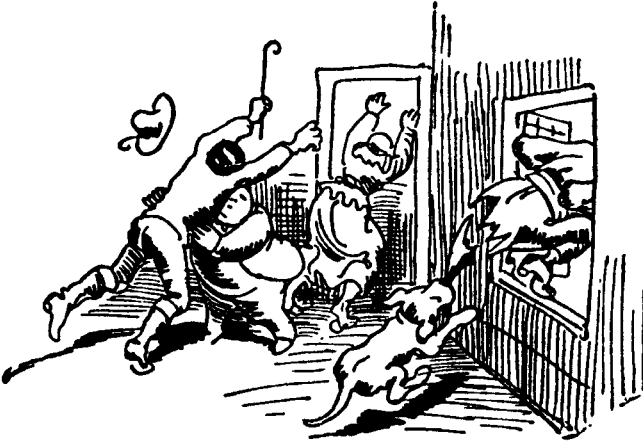
ان کو دہاں اک شخص ملا
 کوئی پرانا سب تھی تھی
 ڈنڈا اپنے ہاتھ لیے
 کُت اپنے ساتھ لیے
 دیکھ انہیں خورسند ہوا
 خاطر کا پابند ہوا
 بولا - میاں مناف کدھر؟
 آؤ چلو ہمارے گھر



کھانا وانا کھیں سلاوا
 بھابی سے تمہیں سلاوا
 لیکن وہ جو بھابی تھی
 سوتالوں کی چابی تھی
 ان کو وہ ہٹلاتی تھی
 اپنے دوست بدلاتی تھی
 آج بھی گھر میں بیٹھا تھا
 ایک کہیں کا منڈا

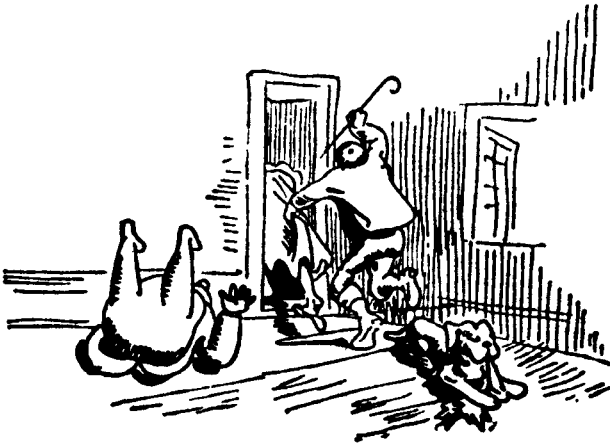


دونوں راز و نیب زمیں گم
 تم میں ہیں اور مجھ میں تم
 یہ جو اچانک آ پہنچے
 اس کے سر پر جا پہنچے
 دیکھ کے یہ دربار لگا
 طیش کا لاوا پھوٹا ہوا
 بولے۔ ”تو ہے کون ابے
 چل مرے گئے۔ ہے ہے ہے“



عشق اُس کا کا فوڑ ہوا
 کوڈا پھاندا دُور ہوا
 بی بی پر بھی لات جبری
 اے حرافہ دیکھ سہی
 تیری چوٹی کاٹوں گا
 بوٹی بوٹی کاٹوں گا
 وہ جو سب پر شیر ہوتے
 یہ نیچے آ ڈھیر ہوتے

مُسْتَنے لاف و گزاف میاں
 اپنے میاں، مناف میاں
 اُسے بڑی حسدِ ابی سے
 رخصت ہوتے شتابی سے





دانش خاں کے دوائے پر

کپڑے و پڑے جھاڑ سنبھل
 چل سو چل اور چل سو چل
 اب کے جن کے در پہنچے
 بو جھتے بو جھتے گھس پہنچے
 پڑھتے اور پڑھاتے تھے
 پیٹتے اور پلاتے تھے

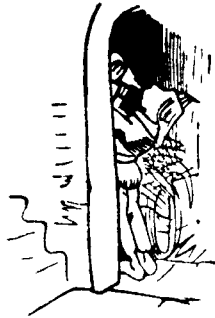
بیٹھے تھے وہ میز لگا
 بیٹے کو آگے بٹھلا
 دیکھ کے یار پُرانے کو
 اُٹھے گلے لگانے کو
 دانش خاں تھا نامی نام
 بیٹا اُن کا نافر جام
 بولے اُس سے جا بیٹا
 مے کی بوتل لا بیٹا
 چابی لے تہ خانے کی
 جلدی بھی کر جانے کی





دیکھ چچا کی حنا طر کر
ہاں تو میاں مناف کدھر؟

بیٹا جی تھے بڑے چلنت
چابی لے کے گئے ترنت
موقع پا کر بوتل کھول
آدھی پی لی مے انمول





پُر کر کے پرنا لے سے
 پانی بارش والے سے
 آتے، بیٹھے، کیا سلام
 بھر کر بیٹھے دونو حجام



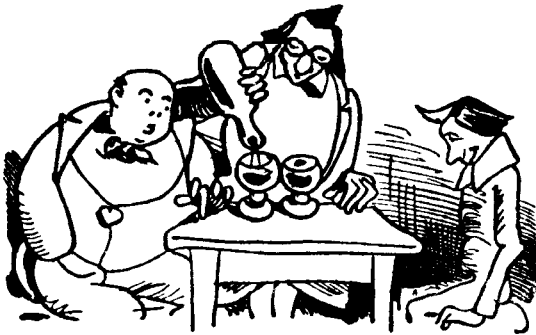


جام میں تھا کچھ کالا
 کالا، مٹالا
 کیا مناف میاں نے غور
 دیکھا جام کو جھک کر اور
 پر نالے کی مٹی تھی
 یا کچھ بیٹ کبوتر کی





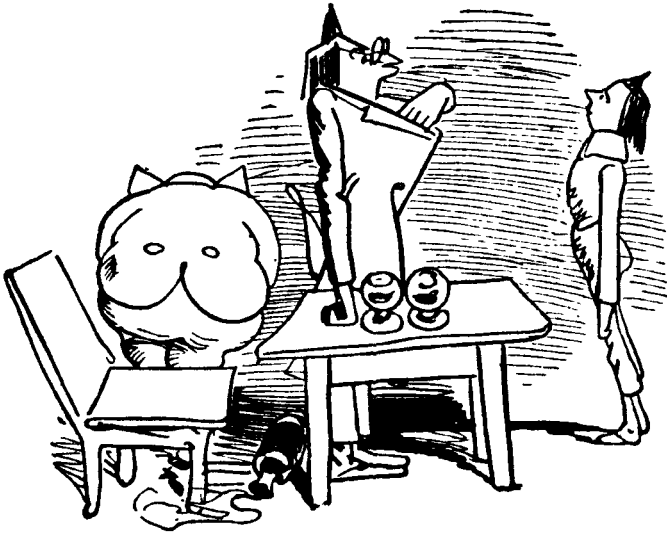
اُٹو بولے — ”بیٹا جان!
 یہ کیا شے ہے نافردمان؟“
 جا کر ذرا اُحبالے میں
 اور انڈیلی پیالے میں





اب کے گلّے کچھ اور کھلا
 زندہ بچہ چڑیا کا؟
 اب تو پیچھے ڈنڈا تان
 اُسے شیطان - ارے شیطان





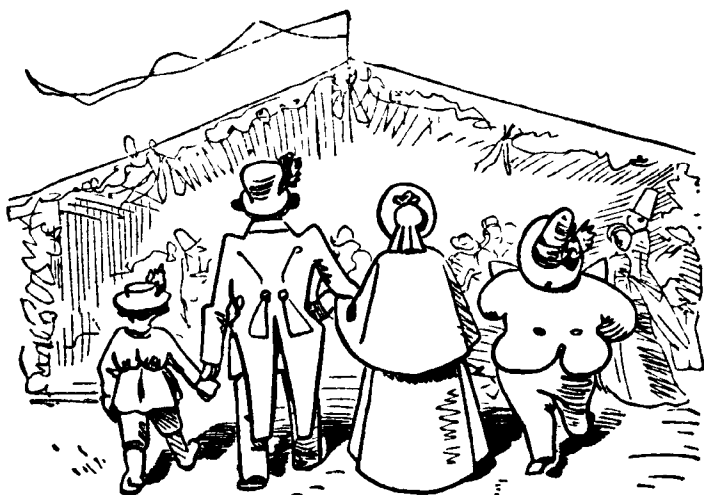
ٹھہر ذرا موزی ملعون
 پیتا ہوں میں تیرا خُون
 تیری فطرت میں ہے فتور
 جانظروں سے ہو جا دوڑ
 دیکھ کے میاں مناف یہ حال
 رکھسکے داں سے دُلکی چال





لڑکا تھا اک بڑا شیر

دَر دَر سے محروم گئے
 نگری نگری گھوم گئے
 آحسہ اِسی جھیلے میں
 پہنچے یہ اک میلے میں
 میلوں کی تو یہی ہے ریت
 باجے گاجے گانے گیت



خود کو راجہ راندر جان
 یہ بھی ناچے سینہ تان
 آئندہ آکر بیٹھ گئے
 جام چڑھا کر بیٹھ گئے
 لڑکا تھا اک بڑا شیر
 دُنیا بھر جس سے دلگیر
 اُس کے جو کُھلاتے ہات
 اُس کو سوجھی دُور کی بات

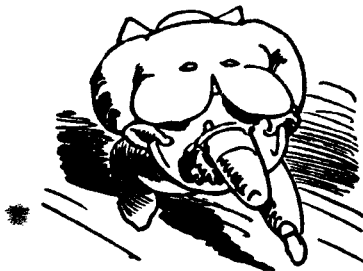


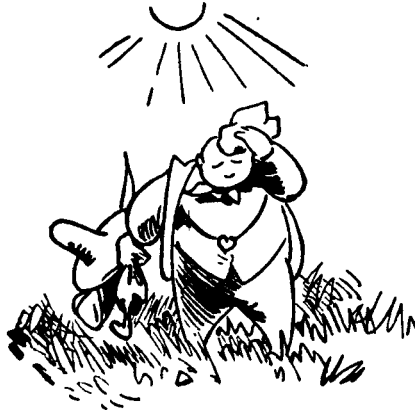
ڈال کے تار دریچے سے
بھینچ لی کرسی نیچے سے





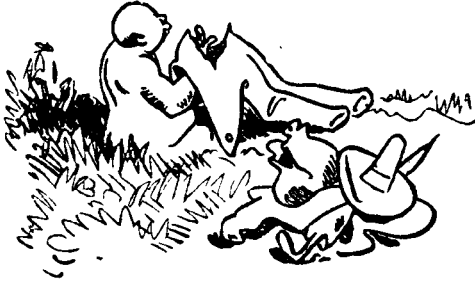
بھاگ گئی خود تو ملعون
 پھٹ گئی حضرت کی پتلون
 دیکھ کے ہوا خلاف میاں
 بکتے لام اور کاف میاں
 رکھ سکے واں سے مناف میاں





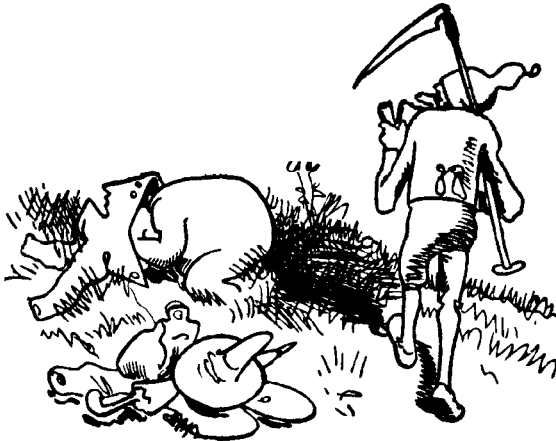
تال کے ٹھنڈے پانی میں

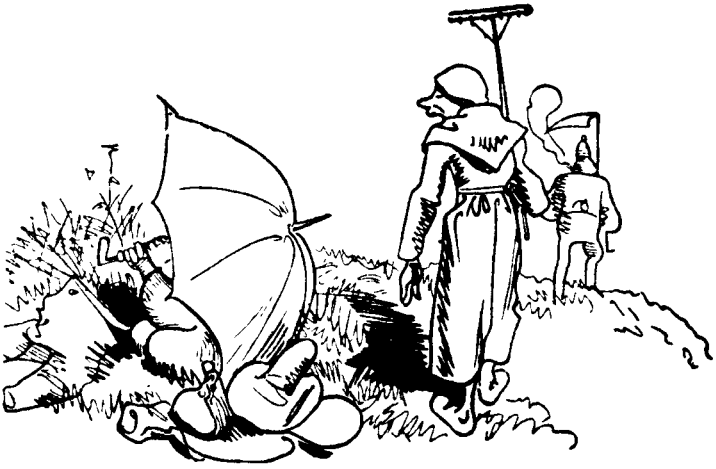
آگے ایک چہرا گہ مٹھی
 خاصاعت لم تنہائی
 بیٹھے سوئی دھاگے لے
 سینے چاکٹ میانی کے
 پاس سے گزرا کوئی کسان
 بن گئے یہ یکسر انجان



بس اتنا سامان کیا
سر آنکھوں کو ڈھانپ لیا

پیچھے اس کی بی بی تھی
اب کچھ ان کو سنکر ہوتی





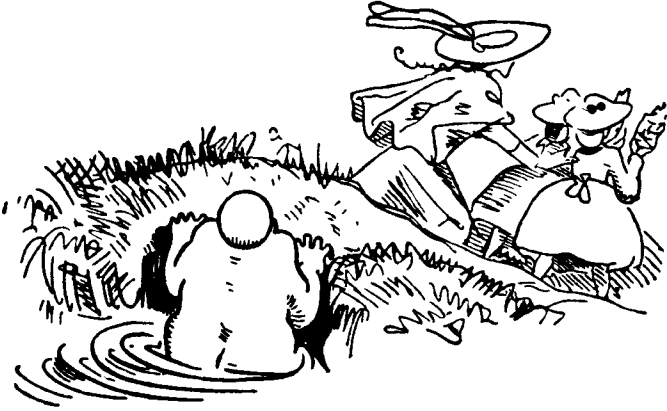
دُعا نہیں تن کا سرمایا
 آخر چلتا کام آیا
 بیٹھے پھر سے ہو یکسو
 کرنے کو پستون رفو





اب کے گلِ پچھ اور کِلا
 آنکھ اٹھا کر کب دیکھا ؟
 دو بچیاں، اک استانی
 بیٹ بیٹ ان کو تکتی ہوتی





جی میں اُن کے یہ ہوگا
 دیکھیں چل کر پاس بھلا
 کون یہ ننگا باوا ہے
 آدمی ہے کہ چھلاوا ہے
 جب وہ ذرا قریب آئیں
 دیکھ کے اُن کی پرچھپائیں
 شرم آتی عسریانی میں
 تال کے ٹنڈے پانی میں
 گود پڑے یہ ننگ دھڑنگ
 اپنے آپ سے آکر تنگ



جب یہ تگرُم دُور ہوتی
جانے پر مجبور ہوتی
آپ بھی اس جوڑے نکل
بوئے اے دل چیل سو چل





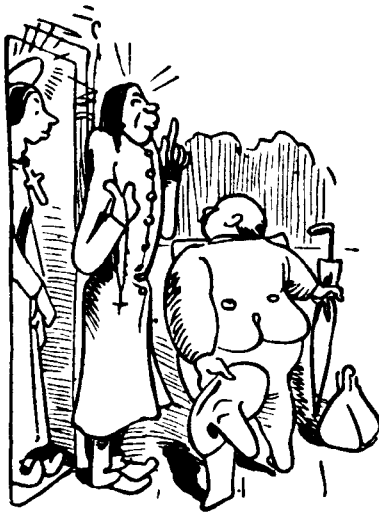
یوں تو گھر یہ تمہارا ہے

ملک خدا کا تنگ نہیں
 پاؤں گدا کا تنگ نہیں
 جن صاحب کے گھر میں یہ
 پہنچے ایک نگر میں یہ
 یار ان کے کہلاتے تھے
 بابل نام بتاتے تھے



بوے اُن سے مناف میاں
 بُات کہوں میں صاف میاں!
 گھر میں مجھے ٹھکانا دو
 پانی دو اور کھانا دو
 بابل بوے۔ ”ہوں ہوں ہوں
 میں بھی سچی بات کہوں چہ
 یوں تو گھریہ تمہارا ہے
 کیا کہنے کا یارا ہے
 لیکن لیکن میری جان
 آج تو گھریں ہیں مہمان

ایک ہمارے صوفی جی
 جن کی عادت تنہائی
 کھانا بھی تمہیں کھلاتے
 پانی بھی تمہیں پہلاتے
 تم تو اٹے وقت آتے
 ہم ہیں دو دن روزے سے
 آج ہے یوم استغفار
 کل ہے بخشش کا تہوار



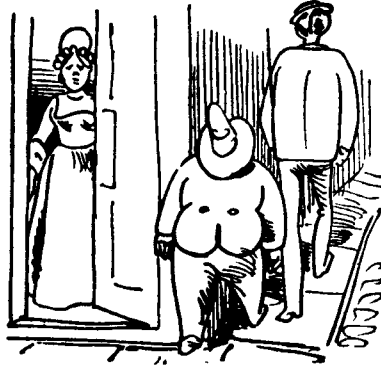
اور۔ ارے رے ظلم ہوا
 بیگم نے بھی دیکھ لیا
 بھاگو بھاگو کرو یقین
 ہم دونوں کی خیر نہیں
 دیکھا جب یہ دوست کا حال
 رکنے کا کیا رہا سوال
 حضرت جی سہلاتے پیٹ
 چل دیے آگے کان لپیٹ



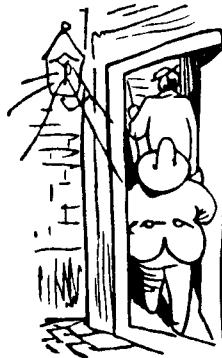


یار پُرانے دل خوش خاں

آگے کا اب حال سنو
 کمر بے ذرا خیال سنو
 اب کے جن کے در پہنچے
 پوچھتے پوچھتے گھر پہنچے
 نام تھا اُن کا دل خوش خاں
 بیوی اُن کی طمنچہ حبان
 باہم ان میں چاؤ بہت
 بظاہر میں تو لگاؤ بہت،



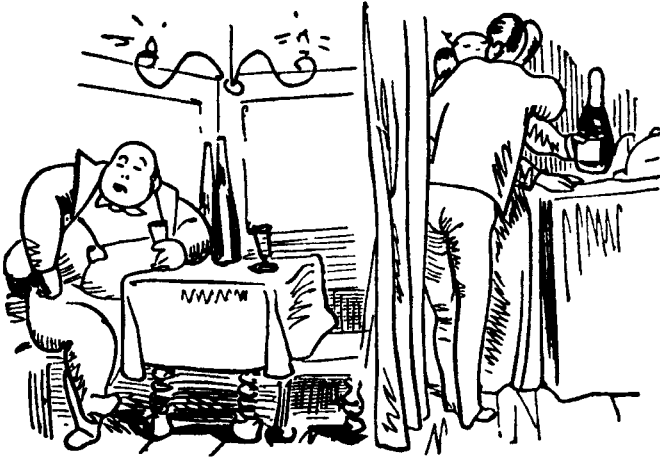
دل خوش خاں نے فرمایا
 ”بیوی یہ ہے دوست مرا
 ہوٹل تک بس جانا ہے
 کھانا اسے کھلانا ہے
 اس میں نہ ہوگی دیر ذرا
 ہاں ابھی آیا — ٹا۔ٹا۔ٹا“





یہ اک اچھی جاتے تھی
 ہوئی مہت کہ سراتے تھی
 عیش کے تھے سامان سبجے
 کھانے کے تھے خوان سبجے
 بجا پُ اُگلتی ت ہیں تھیں
 رنگا رنگ شرابیں تھیں

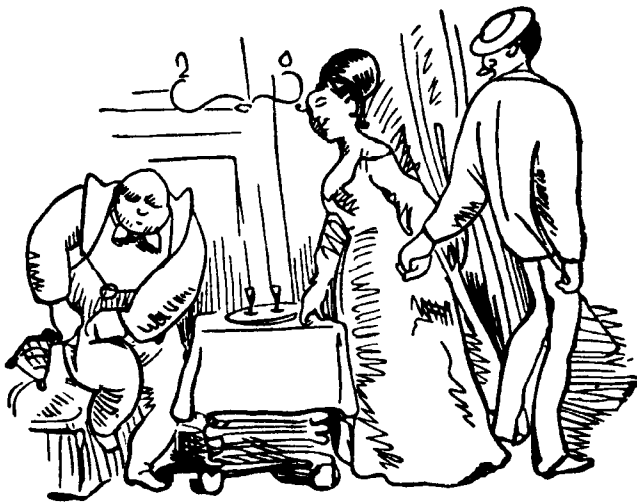




یوں بھی بڑے مراسم تھے
 اُن کے ہوٹل والی سے
 دل خوشتر خان نے فرمایا
 یہ بھی لا اور وہ بھی لا
 مُرَعن ہو اور پُرَعن ہو
 کھیر ہو اور پرامٹا ہو

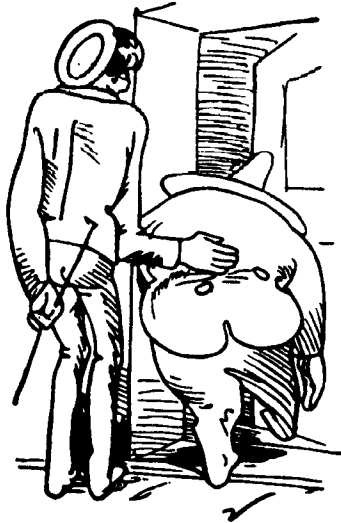


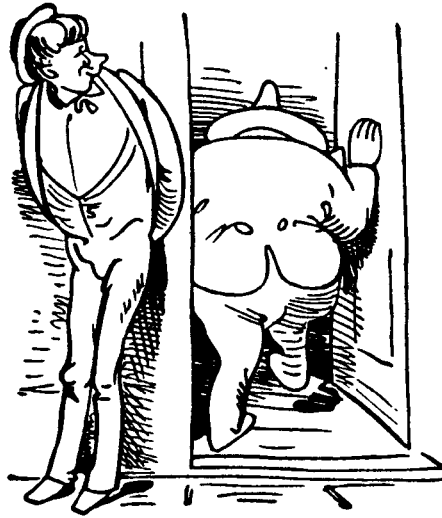
کرسی تھی اک خالی بھی
 بیٹھ کے ہوٹل والی بھی
 اُن کا ہاتھ بٹانے لگی
 مُتقے نرم اڑانے لگی
 پھر جو دورِ حِمام چلا
 سب کو خوب مزا آیا
 اور بھی پیچھے پردے کے
 کچھ کچھ راز و نیاز ہوئے
 اُن کا تو کیا ذکر کریں
 اب کچھ ریل کی منکر کریں



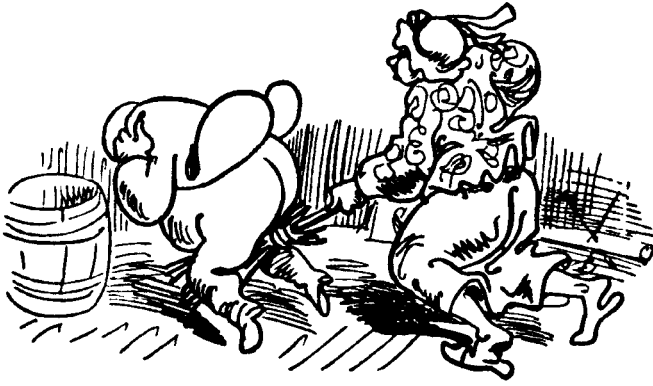


حضرت دل خوش خاں نے کہا
 ”جیں تو پیسے بمبُول آیا
 فسق ہی کیا ہے۔ ہاں، ہاں، ہاں
 دے دو تم ہی مناف میاں“





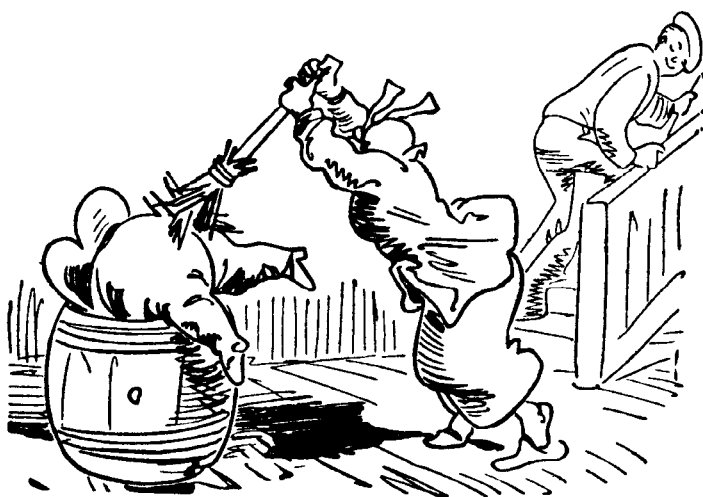
خیر سے آدھی رات گئے
 گرتے پڑتے گھر آتے
 دل خوش خان کو تھا یہ خیال
 کیسا ہوگا استقبال
 سُنجی کا سوراخ ٹوٹل
 حضرت نے دروازہ کھول
 بُرا جلا سب تول اور پاپ
 کہا مناف سے ”پہلے آپ“
 پہلے آپ جی، پہلے آپ“



اندر کا اب سز بیان
 بی بی — یعنی طہنچہ حبان
 جانے کب کی بیٹھی تھی
 چپکلی دیکھی بیٹھی تھی
 حملے کا سامان کیے
 بیلن جھاڑو لٹھیا لے
 یہ تھے اپنے مناف میاں
 اس نے جان کے دل خوش خاں
 جھاڑو کا اک وار کیا
 اور یہ استفسار کیا

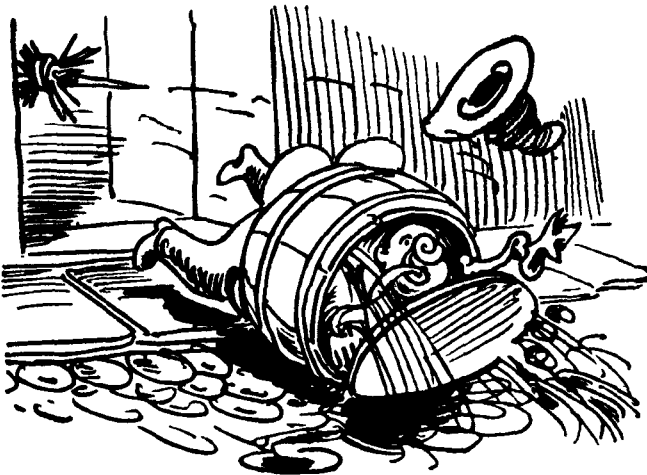
گالیاں دے کر لا محدود
 پُھری آیا اے مردود؟
 تیسری آنکھیں پھوڑ نہ دوں؟
 تیسری ٹنگری توڑ نہ دوں؟
 دوں اک اور پٹے کا ہاتھ؟
 کہاں بیت دی آدمی رات؟

آگے یہ اور پیچھے دے
 اللہ دے اور بندہ لے



ایسا وار پہ وار کیا
 بالکل ہی ہموار کیا
 آنکھ بچا کر دل خوش خان
 گھس گئے اندر اور یہاں
 اُن کا مہساں زیر و زبر
 کوڑے کی اک ڈھیری پر

آخر میاں مناف نڈھال
 جوتا ٹوپی بگڑے حال
 چیل دیے آگے ننگڑتے
 دکھتی چر ٹیں سہلاتے



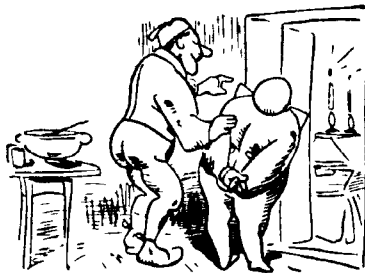


آگے مرزا برخوردار

چلتے چلتے چلتے ہوتے
 آگے ایک بزرگ طے
 موڈ میں پینے کھانے کے
 موڈ میں جشن منانے کے
 یہ بھی میاں مناف کے یار
 نام مہت مرزا برخوردار
 دیکھ کے ان کو ناچ اُٹھے
 بولے، ”اچھے وقت آئے



مرگتی مرگتی وا بھتی وا
 جو رو سے چھٹکارا ملا
 وہ رہا اس کا زندہ ثبوت
 وہ رہا ظالم کا تابوت
 اب نہیں اُس کا خوف ذرا
 لے مرے بھاتی پی اور کھا





مُرد کھ پنی سے کام نہ لے
 شادی کا کبھی نام نہ لے
 بڑی ہی غلام عورت ذات
 مرد کی نوکر کی اوقات
 پرچیں لا اور پیالے لا
 مرچیں اور مسالے لا
 جمبر لا اور ساڑھی لا
 نیچے کے اپنی داڑھی لا

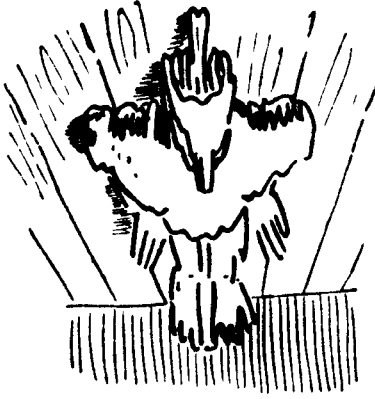




گھنٹا لا اور پاتا لا
 سبزی لا اور آٹا لا
 اس پر اُس کی چیں چیں چیں
 جیب کسی دم بند نہیں
 شادی اک بیگارمیاں
 اس میں عیب ہزارمیاں
 نادانوں کا کھیل کہو
 ساری عمر کی جیل کہو
 خیر سے ہم آزاد ہوتے
 شر ہوتے آباد ہوتے

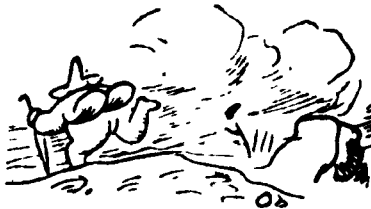
سُکھ اور چین دوبارہ ملا
 جو رو سے چھٹکارا ملا
 آج، ہمارا جی خورسند
 سارے جھگڑے رگڑے بند
 لے مرے بجائی پی اور کھا
 لے مرے بجائی عیش اڑا
 ساری فکریں، پرے پرے
 لیکن یہ کیا؟ ارے ارے
 کھول لیا اس نے تابوت؟
 بیگم ہے یا اس کا بھوت؟





موت نہیں تھی سکتے مت
لینا مجھ کو۔ میں تو چلا

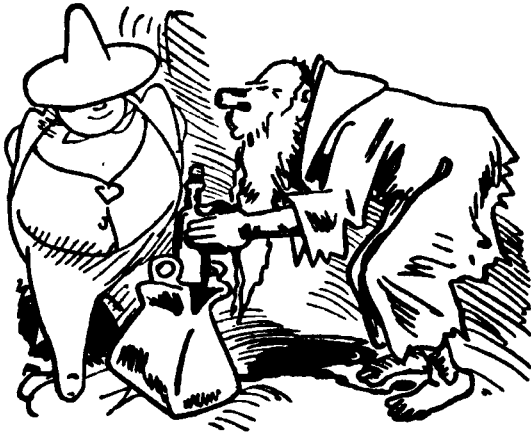
وہ جو تھے راتے شیر ہوتے
غش کیا اور ڈھیر ہوتے
دیکھ کے میاں مناف یہ خال
بھاگے اب کے سر پٹ پال





نام تھا جن کا میاں جھڑوس

نگر می نگر می کیا طواف
 احسرا اپنے میاں مناف
 مایوسی کی بھرتے آہ
 نکلے ایک پہاڑ کی راہ
 ایک پُرانے دقیا نوس
 نام مہت جن کا میاں جھڑوس
 داڑھی تھی جوگی کی جٹا
 کرنا مہت پیچھے سے پھٹا



ایک گھر پر بیٹھے تھے
 دیکھ کے ان کو بول اُٹھے
 اے مرے بھائی کہاں چلا
 اک دو گھونٹ پلاتا جا،

صابن و ابن ہمیں حرام
 کنگھے سے کیا ہم کو کام
 بستی چھوڑی ہوتے فقیر
 ہم ہیں دُنیا سے دلگیر

لے لے باباجی کی دُعا
اک دو گھونٹ پلاتا حباب

کپڑے دپڑے سبھی فضول
یہ سب باتیں اُول جُلُول
جوتے سے کیا اپنا جوڑ
لُڑپی کی بھی باتیں چھوڑ
بوتل لا بھتی بوتل لا ،
اک دو گھونٹ پلاتا حباب



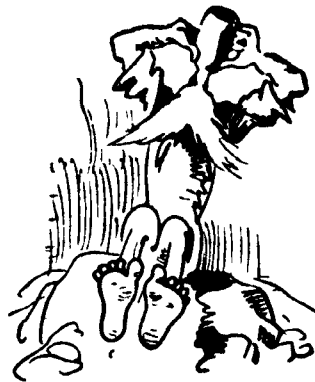


دنیا داروں کے جنجال
 چہرے، مہرے، آنکھیں، بال
 روپ سروپ جدائی پیت
 دنیا جن کے گاتے گیت
 سب کچھ دیکھ چکے بابا
 اک دو گھونٹ پلاتا جب



جگ میں ایک ہی ناری تھی
 وہ جو اپنی پیاری تھی
 ہاتے رے وہ متوارے نین
 اُس بن اپنا دل بے چین
 اُس کی یاد جگاتا جا
 اک دو گھونٹ پلاتا جا

دارو دارو سبھی پنجوڑ
 بوتل بوتل پھینک اور پھوڑ
 بابا جی تو غین ہوتے
 یہ حضرت بے چین ہوتے



حضرت کون ؟ مناف میاں
 بولے - ”یہ تو ہے صاف میاں
 ہم نہ لگاتیں ایسے روگ
 ہم کو نہ بھاتیں جوگ
 سب کی چوکھٹ چوم چکے
 پورب پچھم گھوم چکے
 اپنی خمیسر مناتیں میاں
 والپس گھر کو جاتیں میاں“





خیر سے بدھو گھر آتے

دیر سے آتے ، پر آتے
 خیر سے بدھو گھر آتے
 اپنی بستی اپنا گھر
 آندھی مینہ کا اب کیا ڈر
 جہان کا در سے ٹیڑھے ہو
 دیکھا بوا نصیبن نو
 بستران کا بناتی تھیں
 تیکے اس پہ جماتی تھیں



ان کو جو ان پر پیار آیا
 یک دم ہی سینے سے لگا
 بولے - ”آج سے ہم تم ایک
 کہنے لگیں۔“ ارادہ نیک
 بولے - ”تو پھر رہے نکاح“
 بولیں - ”یہ بھی خوب صلاح“
 کہا — ”بلا تین قاضی جی؟“
 بولیں — ”ہم تو راضی جی“



آگے کی تم جانو بات
 باجے گا جے اور بارات
 بنے بنی کا جی خورسند
 پردے کھینچ کے بتی بسند
 شادی انہیں مبارک باد
 لوگو تم بھی رکھیو یاد
 مافتل کریں شتابی سے
 ناداں کریں حسرابی سے

